دکنی ادب کے فروغ میں ڈاکٹر سید محی الدین قادری زوؔر کا حصہ

محمد معاذ (ریسرچ اسکالر)
شعبۂ اردو۔ یونیورسٹی آف دہلی
Mob:9670163566
Email:maazmbh@gmail.com

ملخص

ڈاکٹر زوؔر نے اردو زبان و ادب اور خاص طور پر دکنی ادب کی جو خدمت کی ہے وہ اپنے آپ میں ایک نظیر ہے۔ یہی وہ دکن کی سرزمین ہے جہاں سے اردو کا پہلا صاحب دیوان شاعر محمد قلی قطب شاہ پیدا ہوا اور پہلی ادبی نثر ''سب رس'' مصنف ملا وجہی کا سہرا بھی اسی سرزمین کو جاتا ہے وہیں ڈاکٹر محی الدین قادری زوؔر اردو کے پہلے ماہر لسانیات بھی اسی سرزمین سے ہیں جس سے اس سرزمین کی عظمت اور بلند ہو گئی ہے۔ ڈاکٹر زوؔر نے ناموافق حالات اور مخالف فضا میں شاہ گنج کے قدیم محلّہ سے اردو ادب کی خدمت کا آغاز کیا۔ ان کے علمی و ادبی خدمت کے کئی رنگ ہیں۔ وہ شاعر بھی ہیں، افسانہ نگار بھی، نقاد، محقق، مدون سوانح نگار، صحافی، ماہر لسانیات، ماہر صوتیات اور دوسری طرف ایک اچھے استاد اور بہترین منتظم بھی ہیں۔ یہ تمام باتیں اکثر اردو داں شخصیات کے بارے میں کہی جاتی ہیں لیکن ڈاکٹر زوؔر کے اندر یہ تمام خوبیاں عملی طور پر موجود تھیں اور اس کا واضح ثبوت ان کی تمام علمی و ادبی اور انتظامی خدمات میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ اردو ادب کے ابتدا کے بارے میں مختلف نظریے پیش کیے گئے لیکن جہاں تک تصنیف و تالیف کا تعلق ہے اس کام کا آغاز پہلے پہل دکن ہی میں ہوا۔ دکنی اردو کو بقیہ ہندستان سے روشناس کرانے میں مولوی عبدالحق اور ڈاکٹر زوؔر دونوں پیش پیش تھے۔

دکنی ادب کے فروغ میں ڈاکٹر سید محی الدین قادری زورؔ کا حصہ

دکن میں اردو زبان و ادب کی خدمت کرنے والے ہر دور اور ہر عہد میں گزریں ہیں یہاں کے اکثر و بیشتر مصنفین و شعراء نے ناموافق حالات اور ناقدردانی کے باوجود خلوص دل سے اپنی اپنی بساط کے مطابق اس زبان کی خدمت کی ہے، انہیں مصنفین میں ایک اہم نام ڈاکٹر سید محی الدین قادری زورؔ کا ہے۔ ڈاکٹر زورؔ نے اردو زبان و ادب اور خاص طور پر دکنی ادب کی جو خدمت کی ہے وہ اپنے آپ میں ایک نظیر ہے۔ یہی وہ دکن کی سرزمین ہے جہاں سے اردو کا پہلا صاحب دیوان شاعر محمد قلی قطب شاہ پیدا ہوا اور پہلی ادبی نثر ''سب رس'' مصنف ملا وجہی کا سہرا بھی اسی سرزمین کو جاتا ہے وہیں ڈاکٹر محی الدین قادری زورؔ اردو کے پہلے ماہر لسانیات بھی اسی سرزمین سے ہیں جس سے اس سرزمین کی عظمت اور بلند ہوگئی ہے۔ ڈاکٹر زورؔ نے ناموافق حالات اور مخالف فضا میں شاہ گنج کے قدیم محلّہ سے اردو ادب کی خدمت کا آغاز کیا۔ ان کے علمی و ادبی خدمت کے کئی رنگ ہیں۔ وہ شاعر بھی ہیں، افسانہ نگار بھی، نقاد، محقق، مدون سوانح نگار، صحافی، ماہر لسانیات، ماہر صوتیات اور دوسری طرف ایک اچھے استاد اور بہترین منتظم بھی ہیں۔ یہ تمام باتیں اکثر اردو داں شخصیات کے بارے میں کہی جاتی ہیں لیکن ڈاکٹر زورؔ کے اندر یہ تمام خوبیاں عملی طور پر موجود تھیں اور اس کا واضح ثبوت ان کی تمام علمی و ادبی اور انتظامی خدمات میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ اس تعلق سے ڈاکٹر سید عباس متقی لکھتے ہیں:

> ''غرض ایک ایسی شخصیت جسے منشور کی آنکھ سے دیکھا جا رہا ہے ہر رنگ دوسرے رنگ سے جدا ہے''

(نقوش زور از خامہ کمزور مشمولہ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور حیات شخصیت اور کارنامے، مغنی تبسم، ص ۱۹۳)

ڈاکٹر زور حیدرآباد کے اس خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جو حیدرآبادی روایتی تہذیب مشائخانہ زندگی اور مذہبی پیشوائی میں اپنی ایک الگ پہچان رکھتا ہے۔ ان کے خاندان میں کئی افراد تصنیف و تالیف کا مشغلہ رکھتے تھے ان کے والد سید غلام محمد شاہ قادری جو خود ایک شاعر کی حیثیت سے پہچانے

جاتے تھے، ڈاکٹر زورؔ 7 دسمبر 1904 کو حیدر آباد محلہ شاہ گنج میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی مزید تعلیم کے لیے مدرسہ مفید الانام سے مڈل کامیاب کیا اور مدرسہ نظامیہ سے مولوی کا نصاب مکمل کیا۔ 1921 میں میٹرک پاس کر کے سٹی کالج سے انٹر اور جامعہ عثمانیہ سے 1925 میں بی۔اے کیا۔انھوں نے 1927 میں جامعہ عثمانیہ سے ایم۔اے کا امتحان درجہ اول سے پاس کیا اور اپنے اختیاری مضامین اردو فارسی میں امتیازی مقام حاصل کیا جس کی بنا پر وہ سرکاری وظیفہ سے اعلیٰ تعلیم کے لیے لندن روانہ ہوئے اور لندن یونی ورسٹی سے ''اردو زبان کے آغاز و ارتقا پر'' PH.D کا مقالہ تحریر کر کے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔

دوران تحقیق انھوں نے برٹش میوزم کے کتب خانے اور انڈیا آفس لائبریری سے دکنی ادب کے بارے میں بہت سا مواد جمع کیا جو اردو کے اہم تذکروں اور شعراء کے کلام کے مجموعے پر مشتمل تھا جس میں عادل شاہی اور قطب شاہی دور کے مخطوطات بھی شامل تھے ان کو بڑی محنت سے نقل کیا جس کے نتیجے میں دکنی ادب کی ایک اہم تصنیف ''اردو شہ پارے'' کی شکل میں 1929 میں شائع ہو کر منظر عام پر آئی۔ڈاکٹر زور لندن سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد ہندستان واپس آئے اور جامعہ عثمانیہ کے شعبۂ اردو سے منسلک ہو گئے بعد میں کالج کے پرنسپل اور چادر گھاٹ کالج میں صدر شعبہ رہے سبکدوشی کے بعد کشمیر یونی ورسٹی سے وابستہ ہو گئے اور وہیں 1962 میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

دکنی اردو کو بقیہ ہندستان سے روشناس کرانے میں مولوی عبدالحق اور ڈاکٹر زورؔ دونوں پیش پیش تھے۔دکنی ادب کو واضح کرنے میں مولوی صاحب نے پہل کی اس کے بعد زورؔ صاحب یوروپ تشریف لے گئے اور وہاں سے جدید علم اللسان اور فن تنقید کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد دکن واپس تشریف لائے اور ایک ماہر تنقید نگار اور علم لسانیات کی حیثیت سے حیدر آباد کے ادبی پلیٹ فارم پر نمودار ہوئے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انھوں نے دکن اور دکنیات کو اپنے مختلف النوع تصانیف سے پیش از پیش ترقی دینے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔اس میدان میں دوسرا ان کا کوئی ہمسر نہیں۔اپنی دکنی خدمات کے بار ے میں ڈاکٹر محی الدین قادری زورؔ خود تحریر فرماتے ہیں:

''اس صورت حال کے پیش نظر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حیدر آباد کے علم و فضل اور شعر و سخن کی مکمل تاریخ کو محفوظ کرنے کی خاطر جو خاکہ تیار کیا تھا اس کو سامنے

رکھ کر حیدرآبادی ادب کا جائزہ لیا جائے اور اس سلسلے میں جو معلومات حاصل ہوئی ہیں ان کو اجمالی طور سے ہی مگر قلمبند کر لیا جائے''۔

(ڈاکٹر سید محی الدین قادری زورؔ، داستان ادب حیدرآباد، ص14)

ڈاکٹر زورؔ کا اصل میدان دکنی زبان و ادب کی ترتیب و تحقیق ہے۔ڈاکٹر زورؔ کے بارے میں ڈاکٹر ثمینہ شوکت لکھتی ہیں:

''ڈاکٹر زورؔ سے پہلے دکن کے ''گنج ہائے گراں مایہ'' بڑی حد تک زیر زمین نہیں زیر فلک کہیں گم تھے۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق اور مولانا شمس اللہ قادری نے دکنی کے جس ادب سے روشناس کرایا تھا وہ زیادہ تر مذہب پر مشتمل تھا۔ڈاکٹر زورؔ کی خصوصیت یہ ہے کہ ان کی گرفت دکنی کے ادبی سرمایہ پر زیادہ مستحکم رہی''۔

(ڈاکٹر زورؔ کی دکنی خدمات ایک عہد ایک عشق،ص319ڈاکٹر ثمینہ شوکت،مشمولہ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور حیات شخصیت کارنامے مرتبہ مغنی تبسم)

ڈاکٹر زورؔ نے تصنیف و تالیف کے علاوہ اردو ادب کی خدمات کے لیے ادارۂ ادبیات اردو کی بنیاد ڈالی۔ جو دکنی تہذیب و تمدن کا ایک میوزیم ہے انھوں نے تحقیق سے یہ ثابت کر دیا کہ اردو کا پہلا صاحب دیوان شاعر سلطان محمد قلی شاہ حیدرآباد کا ہے ڈاکٹر زورؔ کو دکنی اور دکنی ادیبوں ،شاعروں سے اتنا پیار تھا کہ دکن کی بھولی بسری کہانیوں کو زندہ کرتے تھے اگر کوئی انھیں یہ بتاتا کہ فلاں فلاں قبرستان میں کسی شاعر کی قبر ہے تو ڈاکٹر صاحب اس شخص کے سرہی ہو جاتے اور اس وقت تک چین سے نہ بیٹھتے جب تک قبر دیکھ نہ آتے اگر قبر شکستہ حالت میں ہے تو اُسے درست کرواتے اور ایک کتبہ لگواتے ۔دراصل یہی احساس فکر ڈاکٹر زور کی بنیادی وجہ تھی کہ جس کی بنا پر انھوں نے دکنی شعر و ادب کی تلاش و جستجو کو اپنا روز و شب کا مشغلہ بنا لیا تھا۔ڈاکٹر زور کے اپنی زمین کے اس والہانہ لگاؤ کے متعلق ڈاکٹر ثمینہ شوکت رقم طراز ہیں:

''ڈاکٹر زور کا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے اسی عہد کو جس پر صدیوں کی گرد جم چکی تھی جس کے صنم کدے ویران پڑے تھے جس کے طاق و ایوان اجڑ چکے تھے اور جس کے در و دیوار کے سبزے سے ویرانی کا تماشا تھا اس کی خزاں کو

بہار سے ماضی کو حال سے مبدل کر دیا یہ خود ڈاکٹر زور کا عشق تھا۔ ایک عہد سے
ایک زبان سے ایک مخصوص زمین یعنی ارض دکن سے جوان کی اپنی زمین تھی‘‘۔

(ڈاکٹر زور کی دکنی خدمات ایک عہد ایک عشق ص317-318 ڈاکٹر ثمینہ شوکت، مشمولہ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور حیات شخصیت کارنامے مرتبہ مغنی تبسم)

ڈاکٹر زور کی دکن میں علمی وادبی خدمات کی طویل فہرست ہے جس میں ان کی اہم خدمات شامل ہیں تفصیل بیان کرنے کے لیے ایک دفتر ناکافی ہے اس لیے یہاں ان کی خدمات کا اجمالی جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

ادارۂ ادبیاتِ اردو کا قیام:

ڈاکٹر زور کو اپنے خوابوں کی تعبیر 1931 میں ’’ادارۂ ادبیات اردو‘‘ کی شکل میں ملی جو وہ پچھلے کئی سالوں سے دیکھتے چلے آرہے تھے انھیں اس بات کا شدت سے احساس تھا کہ حیدرآباد میں کوئی ایک ایسا ناشر ہو جو نئے اور پرانے تخلیق کاروں کی تصانیف کو شائع کرے اور معاوضہ بھی دے۔ ڈاکٹر زور نے ایک وقیع ادارہ ادارۂ ادبیاتِ اردو کے نام سے میں قائم کیا اور اس ادارے کے لیے نہایت ہی خوبصورت اور شاندار عمارت ایوانِ اردو کے نام سے تعمیر کروائی۔ یوں تو ایوانِ اردو کی پوری عمارت ڈاکٹر زور کی اہم یادگار ہے اور حیدرآباد کی بڑی ذہنی پیداوار ہے۔ ادارے کا اپنا کتب خانہ بھی ہے۔ جس میں ستائیس ہزار کتابیں اور پانچ ہزار سے زیادہ مخطوطات جمع ہیں۔ اس کے علاوہ دستاویزات، شجرات، کتبات، چربوں، فرامین، اسناد، سکوں، مہروں، تصویروں اور خطوط کی بھی ایک بڑی تعداد ادارے کے میوزیم میں موجود ہیں۔ یہ میوزیم دکن کی ہمہ جہتی زندگی کا بہترین مخزن ہے۔ اس ادارے کے قائم کرنے کے پیچھے حسب ذیل مقاصد تھے۔

1 اردو زبان وادب کی توضیح واشاعت اور حفاظت۔

2 سرزمینِ دکن میں اردو زبان وادب کا صحیح شوق پیدا کرنا۔

3 ملک کے نوجوانوں میں انشاپردازی اور شاعری کا ذوق پیدا کرنا اور تصنیف وتالیف میں رہبری ومدد کرنا۔

4 تاریخ دکن کی خدمت اور ملک کے تاریخی اور ادبی آثار کی حفاظت کرنا۔

5 عوام میں اردو کی تعلیم اور مطالعہ کا شوق پیدا کرنا اور اس کے لیے ضروری وسائل اختیار کرنا۔

1937 تک ادارہ کافی ترقی کر چکا تھا اسی سال ادارے میں مزید بارہ شعبے قائم کیے گئے ۔ چناں چہ ادارے کی سرگرمیوں کی ترجمانی کے لیے ایک رسالہ کی ضرورت تھی اس لیے ''سب رس'' کے نام سے ایک ماہ نامہ 1938 میں اسی ادارہ کے زیر اہتمام شائع ہونے لگا۔ اس رسالہ کے پہلے نگراں ڈاکٹر زورؔ تھے۔ یہ رسالہ آج بھی ادبی خدمات انجام دے رہا ہے۔

یومِ قلی قطب شاہ کا جشن:

پہلی بار یوم قلی قطب شاہ کا جشن 1958 میں بڑے اہتمام سے کیا گیا۔ ڈاکٹر زور کا یہ اہم کارنامہ ہے۔ اس جشن میں دوروزہ سیمینار کا انعقاد کیا جاتا تھا جس میں قطب شاہی دور سے متعلق مختلف النوع مضامین ومقالات پیش کئے جاتے تھے۔

ڈاکٹر زور نے دکنی ادب کی تحقیق کے لیے اورنگ آباد، بیدر، گلبرگہ، بیجاپور اور حیدرآباد کے مختلف علاقوں کا بار بار سفر کیا اور ادب کے ان درخشندہ ستاروں کو ڈھونڈ نکالا۔ جہاں جہاں انھیں شعراء وادباء کے حالاتِ زندگی کے متعلق ذرائع ملتے گئے انھیں وہ ترتیب دیتے گئے اور اس طرح انھوں نے کئی ادبی شخصیتوں کی سوانح دنیائے ادب کے سامنے پیش کیں اور متعدد شعرا کے کلام کی تدوین عمل میں لائی۔ مشہور شاعر میر شمس الدین فیض کا مزار اور سراج اورنگ آبادی کی قبر کی دریافت ان کا ہی تحقیقی کارنامہ ہے۔

اردو شہ پارے: (1929)

اس کتاب میں یوروپ اور لندن کے کتب خانوں میں مخزونہ دکنی کے کئی اہم فن پاروں کو اکٹھا کیا گیا ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جس نے دکنیات کے میدان میں مطالعہ کی بنیاد کو رکھا اور دکنی محققین کے لیے نئی راہیں ہموار کیں۔ ڈاکٹر زورؔ نے اس کتاب میں قدیم شہ پاروں کی روشنی میں ولی سے پہلے کی ادبی تاریخ کو مربوط مرتب کرنے کی کوشش کی ہے۔ قدیم اردو کے شہ پاروں کے اس انتخابی عمل میں ادبیات کو ترجیح دی گئی ہے اور انھیں تاریخ وار مرتب کرکے اردو زبان وادب کا ارتقا دکھایا گیا ہے۔ اس کتاب کے اشاعت سے ڈاکٹر زورؔ کا نام اردو ادب میں ہمیشہ کے لیے روشن ہو گیا ہے۔ اور دکنی ادب کی تاریخ میں دو سو برس کا اضافہ ہوا۔

عہدِ عثمانی میں اردو کی ترقی:(1934)

اس کتاب میں میر عثمان علی خاں آصف سابع کے عہد میں اردو ادب کی ترقی اور ان کی ادب نوازی کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے۔

مرقعِ سخن جلد اول:(1935)

اس کتاب میں دور آصفیہ کے 25 شعراء کا تعارف و نمونہ پیش کیا گیا ہے۔ جسے مختلف اہل قلم نے لکھا تھا اسے ڈاکٹر زور نے یکجا کر کے مرقعہ سخن جلد اول کے نام سے شائع کیا اور اس پر ایک مقدمہ بھی لکھا۔

متاعِ سخن:(1935)

اس کتاب میں نواب عزیز یار جنگ کے کلام کا انتخاب، حالات زندگی اور کلام پر تبصرہ اور ساتھ ہی ساتھ دکن کی اردو شاعری پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

کیفِ سخن:(1935)

اس کتاب میں سید رضی الدین حسن کیفی کے حالات زندگی، ان کی شاعری کی خصوصیات اور انتخاب کلام پیش کیا گیا ہے۔

بادہ سخن:(1935)

اس کتاب میں ڈاکٹر احمد حسین مائل کے کلام کا انتخاب، حالات زندگی اور کلام پر تبصرہ تحریر کیا گیا ہے۔

مرقع سخن جلد دوم:(1937)

یہ کتاب مرقع سخن کی دوسری جلد ہے اس میں بھی آصفیہ دور کے پچاس شعرا کا تعارف و نمونہ درج ہے۔ جسے مختلف مشاہیر ادب نے سپرد قلم کیا تھا۔ اسے ڈاکٹر زورؔ نے مرتب کر کے اپنے مقدمہ کے ساتھ شائع کیا ہے۔

سلطان محمد قلی قطب شاہ:(1940)

اس کتاب میں سلطان محمد قلی قطب شاہ کے مقدمے کو کچھ اور اضافہ کر کے حیات محمد قلی قطب

شاہ کے عنوان سے کتابی شکل میں ڈاکٹر زور نے شائع کیا۔

کلیات محمد قلی قطب شاہ:(1940)

کلیات سلطان محمد قلی قطب شاہ کی تدوین ڈاکٹر زور کا یادگار کارنامہ ہے۔اس کتاب میں محمد قلی قطب شاہ کے تفصیلی حالاتِ زندگی اور کلام پر تبصرہ کے ساتھ ساتھ اُس دور کی دکنی تہذیب وتاریخ کا ذکر کیا گیا ہے۔اور محمد قلی قطب شاہ کا سارا کلام محفوظ کیا گیا ہے۔

تاریخ ادب اردو(1942)

یہ کتاب چار حصوں پر مشتمل ہے پہلا حصہ اردو کی ابتدا سے عہد ولی تک کا احاطہ کرتا ہے۔بالفاظ دیگر اس میں دبستان دکن کے تمام اہم شعرا اوران کی تصانیف پر سرسری لیکن تحقیقی نظر ڈالی گئی ہے۔دوسرے حصہ کے پہلے جز میں دہلی میں اردوادب کے آغاز وارتقا پر بحث کی گئی ہے اور اسی حصے کے دوسرے جز میں دکن میں اردوادب کے عنوان سے 18 ویں صدی کے دکنی شعرا اور جدید علوم وفنون کے عنوان سے نواب شمس الامراء اوران کی خدمات کا ذکر کیا گیا ہے۔

تذکرہ اردو مخطوطات:1943/51/57/58/59

ڈاکٹر زور نے تذکرہ اردو مخطوطات کے عنوان سے پانچ جلدوں پر مشتمل ادارۂ ادبیات اردو کے مخطوطات کے وضاحت کے ساتھ مرتب کیا۔جن میں تقریباً 1425 اردو کے علاوہ عربی، فارسی اور ہندی کے مخطوطات کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے۔پروفیسر سیدہ جعفر، ڈاکٹر زور کی مخطوطہ شناسی کے بارے میں اپنی کتاب ''ڈاکٹر زور'' میں یوں رقم طراز ہیں:

> ''یوں تو مختلف کتب خانوں کی فہرستیں شائع ہوتی ہیں لیکن ڈاکٹر زور نے جس تفصیل اور تحقیقی بصیرت اور عالمانہ انداز میں انھیں مرتب کیا ہے اس کی مثال کم ملے گی''۔

(ہندستانی ادب کے معمار ڈاکٹر زور، پروفیسر سیدہ جعفر، ص 81)

داستان ادبِ حیدرآباد:(1951)

ڈاکٹر زور کی ادبی تواریخ کے سلسلے کی ایک کڑی داستان ادب حیدرآباد ہے۔اس کتاب میں

پونے چار صدیوں کے دوران شہرِ حیدرآباد کی علمی ادبی تحریکات ان کے پس منظر نیز یہاں کی مردُم خیز سرزمین سے اٹھنے والے اربابِ علم و دانش اور اصحابِ کمال کے حالاتِ زندگی اور ان کے تصانیف کے مطالعے پر مشتمل معلومات موجود ہے۔ یہ کتاب 10 ابواب پر محیط اور حیدرآبادی ادب کے سلسلے میں ایک اہم تصنیف ہے۔

دکنی ادب کی تاریخ:(1960)

دکنی ادب کی تواریخ میں ڈاکٹر زورؔ کی یہ تصنیف اختصار اور جامعیت کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہے۔ اس گراں قدر کتاب میں ارضِ دکن اور دکنی زبان اور شعر و ادب کے ارتقا کا بسیط اور سیر حاصل جائزہ لیا گیا ہے۔ پوری کتاب 6 ابواب پر مشتمل ہے۔ جن میں دکن کے قدیم ادبی شعری مراکز مثلاً گلبرگہ، بیدر، بیجاپور، گولکنڈہ کے نثر نگاروں کے حالات زندگی اور ان کی تصانیف پر اختصار کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔ زمانی اعتبار سے یہ کتاب 1350 سے 1750 تک یعنی چار سو سالوں پر مشتمل ہے۔ ڈاکٹر سیدہ جعفر نے ڈاکٹر زور کی تحقیقی کارناموں پر خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے یوں اظہار خیال کیا ہے۔

> ''ڈاکٹر زور دکنی ادب کی بازیافت کو ایک تحریک اور ایک مہم نہ بنا لیتے تو ادب کی ان محسنوں کے درخشنداں کارنامیں زمانے کے گرد و غبار میں ہمیشہ کے لیے اوجھل ہو جاتے۔ ڈاکٹر زور کا یہ کارنامہ ایسا ہے جس نے ان کے نام کو اردو زبان کی تاریخ میں لاثانی بنا دیا''۔

'(ہندستانی ادب کے معمار ڈاکٹر زور، پروفیسر سیدہ جعفر ص 49)

ڈاکٹر زور کے دکنی ادب کی خدمت کے باوصف انھیں بابائے دکنیات کہا گیا ہے جو بالکل حق بہ حقدار رسید کی طرح ہے اور بجا ہے۔ آخر میں اِن تمام دکنی کارناموں پر خود ڈاکٹر زورؔ کا یہ شعر اُن کے شاہکار کارناموں کی مکمل ترجمانی کرتا ہوا نظر آتا ہے:

ذوق پاکیزہ سے ہر چیز ہے پر لطف و حسیں
یہ نہ حاصل ہو تو بے کار ہے دنیا ہو کہ دیں

☆☆☆